اپنی بات

تاریخ عالم میں بعض شخصیتیں ایسی پیدا ہوتی ہیں، جن کی زندگیاں سماج، ثقافت، تہذیب اور تاریخ پر گہرے اثرات مرتسم کرتی ہیں۔ اکتوبر میں یوں تو بہت سی اور بھی کئی اہم شخصیتیں پیدا ہوئی ہیں لیکن دو شخصیتیں ایسی ہیں جو بلا شبہ نابغۂ روزگار ہیں، ایک ہیں سرسید جن کی اس برس دوسو سالہ یومِ پیدائش صدی منائی گئی اور دوسرے ہیں گاندھی جی، جن کی اکتوبر سے ڈیڑھ سو سالہ یومِ پیدائش تقریبات کا آغاز ہو رہا ہے۔ دونوں شخصیتوں میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں کی زندگیوں نے برصغیر ہند پر اپنے گہرے اور دیرپا اثرات چھوڑے ہیں۔ سرسید نے اگر تعلیم، تہذیب اور تمدن پر اپنے نقش ثبت کیے ہیں تو گاندھی جی نے آزادیٔ ہند کے لیے جو قربانیاں پیش کی ہیں، ان کی مثال تاریخ کے صفحات دینے سے قاصر نظر آتے ہیں۔ سرسید نے پہلی ناکام جنگ آزادی کے بعد قوم کے لیے تعلیم کو ضروری قرار دیا تھا اور اس کی داغ بیل مدرسۃ العلوم کی شکل میں ڈال دی تھی، جو اورینٹل سے کالج ہوتے ہوئے آج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے اور لاکھوں فرزندان علی گڑھ ملک اور بیرونی ممالک میں تعلیم و تعلم، تاریخ و ثقافت، اخلاقیات و سیاسیات اور سائنس جیسے شعبوں میں اپنی خدمات پیش کر کے نہ صرف اپنی مادر علمی کا نام روشن کر رہے ہیں بلکہ ملک و قوم کی ترقی میں بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ سرسید کے ان فرزندوں نے سرسید کی بنیادی تعلیم اور اصلاحی و تعمیری جذبوں سے سرشار ہو کر دنیا پر ایسے ہمہ گیر اثرات مرتب کیے ہیں جن کا ایک زمانہ قائل ہے۔ ان کی علمی، ادبی اور ثقافتی سرگرمیاں قوم کی رگوں میں نئے مدوجزر پیش کرنے میں ہمیشہ آگے نظر آتی ہیں اور اُمید ہے آگے بھی اسی طرح صف اوّل میں فرزندان علی گڑھ قوم و ملک کی خدمت کرتے رہیں گے۔

دوسری عظیم شخصیت گاندھی جی ہیں، جنھوں نے قوم کو نئے سرے سے آزادی کے لیے تیار کیا اور قوم کے اندر ایسی روح پھونک دی جو آزادیٔ کامل پر منتج ہوئی۔ انھوں نے انگلستان سے واپسی کے بعد ممبئی میں ایک بڑے جلسے کے موقع پر قوم کو اس طرح خطاب کیا تھا کہ پہلی جنگ میں عوام کو لاٹھیاں کھانا پڑی تھیں، مگر اس بار انھیں گولیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ گویا وہ قوم کو ہر حال میں مقابلے کے لیے تیار کر رہے تھے۔ انھیں ہندوستان میں افریقہ سے آتے ہی تحریک خلافت کا پلیٹ فارم مل گیا تھا، انھوں نے اس پلیٹ فارم کو قومی اتحاد کے لیے استعمال کیا اور ہندو۔ مسلم اتحاد پر زور دیا، مسلمانوں نے جہاں انھیں تحریک خلافت کا قائد تسلیم کیا، جو صرف مسلمانوں کا مسئلہ تھا، وہیں انھوں نے ہندوؤں کو سمجھایا کہ ہمارے مسلمان بھائیوں کے دل خلافت اور مقامات مقدسہ کے مسئلے کی وجہ سے بے چین و مضطرب ہیں اور ان کے ساتھ یوروپین اقوام بہت زیادتی اور بے انصافی کر رہی ہیں لہٰذا تمام ہندوؤں اور بھارتیوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے غم زدہ بھائیوں کا ساتھ دیں۔ وہ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ مل کر آسمانِ سیاست پر ایسے چمکے کہ رشک قمر بن گئے۔ ان آزادی کی راہ متعین کرنے والی عظیم شخصیتوں نے اپنے مضامین اور تقریروں سے قوم کو شعور کی ایسی جلا بخشی کہ انھیں آزادی کے علاوہ اور کچھ سوجھتا ہی نہیں تھا۔ گاندھی جی کے حصّے میں ملک و قوم کی جہاں بہت سی خدمات آئیں، وہیں انھوں نے صفائی پر بھی خصوصی توجہ دی۔ اس لیے کہ جو قوم صفائی کا خیال نہیں رکھتی، اس میں بیماریاں پنپتی ہیں اور بیماریوں سے ان کی جان کا زیاں ہوتا ہے۔

ایوانِ اردو ان دونوں عظیم اور تاریخی شخصیتوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے چند مضامین شامل اشاعت کر رہا ہے۔ یقین ہے قارئین ان سے استفادہ کریں گے۔ اردو اکادمی، دہلی کی سرگرمیاں حسب دستور جاری و ساری ہیں۔ گزشتہ ماہ درس و تدریس سے وابستہ شعرا کا مشاعرہ 'یوم اساتذہ' پر جس کا انعقاد کیا گیا، انتہائی مقبول رہا ہے۔ آئندہ ماہ میں ''اردو وراثت میلہ'' اور ''۳۰ ویں اردو ڈرامہ فیسٹیول'' کا انعقاد بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ''ایوانِ اردو'' کو قارئین کی آرا کا انتظار ہے۔

—ادارہ